ایاز علی جراح*

سفر نامہ رتی گلی میں رومانوی عناصر کا تجزیہ

An Analysis of Romantic Elements in the Travelogue *Ratti Gali*

Abstract: *This study examines the romantic elements in Mustansar Hussain Tarar's travelogue Ratti Gali. It focuses on the representation of nature, love, memories, youth, adventure, friendship, and human emotions. Tarar's descriptions of mountains, lakes, snow, mist, flowers, valleys, and moonlight are deeply connected with his personal experiences, emotions, and memories of youth. The study explores how natural beauty evokes nostalgia, emotional attachment, peace, and spiritual feelings, while experiences of adventure, friendship, and love further enhance the romantic dimension of the travelogue. It also highlights the close relationship between human emotions and nature, through which the external landscape becomes a reflection of the writer's inner world. The study concludes that Ratti Gali transcends the conventional boundaries of a travelogue by blending natural beauty, memories, emotions, and personal experiences into a deeply evocative and romantic journey.*

Keywords: *Romanticism, Ratti Gali, Mustansar Hussain Tarar, Nature, Love, Memories, Adventure, Friendship, Human Emotions.*

تلخیص: اس مقالے میں مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامے "**رتی گلی**" میں موجود رومانوی عناصر کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس میں فطرت، محبت، یادیں، جوانی، مہم جوئی، دوستی اور انسانی جذبات کی عکاسی کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ تارڑ کی جانب سے پہاڑوں، جھیلوں، برف، دھند، پھولوں، وادیوں اور چاندنی کے مناظر کی منظر کشی ان کے ذاتی تجربات، جذبات اور جوانی کی یادوں سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اس مطالعے میں واضح کیا گیا ہے کہ قدرتی حسن کس طرح یادِ ماضی، جذباتی وابستگی، سکون اور روحانی احساسات کو بیدار کرتا ہے، جب کہ مہم جوئی، دوستی اور محبت کے تجربات سفر نامے کے رومانوی پہلو کو مزید گہرا کرتے ہیں۔ یہ مطالعہ انسانی جذبات اور فطرت کے باہمی تعلق کو بھی نمایاں کرتا ہے، جس کے باعث خارجی منظر نامہ مصنف کی داخلی دنیا کا عکس بن جاتا ہے۔ مقالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ "**رتی گلی**" محض ایک روایتی سفر نامہ نہیں بلکہ قدرتی حسن، یادوں، جذبات اور ذاتی تجربات کے امتزاج سے تشکیل پانے والا ایک پُر اثر اور رومانوی سفر نامہ ہے۔

کلیدی الفاظ: رومانویت، رتی گلی، مستنصر حسین تارڑ، فطرت، محبت، یادیں، مہم جوئی، دوستی، انسانی جذبات۔

***لیکچرر، شہید بے نظیر بھٹو یونی ورسٹی، شہید بے نظیر آباد، سندھ۔**

مستنصر حسین تارڑ اردو کے ممتاز سفر نامہ نگار ہیں جن کے ہاں سفر محض مقامات کی سیر اور خارجی مناظر کی عکاسی تک محدود نہیں رہتا بلکہ ذاتی تجربات، یادِ ماضی، جذبات اور فطرت کے گہرے رشتے کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ ان کا سفر نامہ رتی گلی جمالیاتی رویے کا عمدہ اظہار ہے، جس میں قدرتی مناظر کے ساتھ انسانی جذبات اور داخلی کیفیات کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں سفر نامہ رتی گلی کے رومانوی عناصر کا جائزہ فطرت نگاری، جھیلوں، پہاڑوں، برف، دھند، پھولوں اور چاندنی کے مناظر کے علاوہ محبت، یادِ ماضی، نوجوانی کے جذبات، مہم جوئی، دوستی، خوف، خوشی اور روحانی کیفیت کو موضوعِ مطالعہ بنایا گیا ہے۔ اس امر کا بھی جائزہ لیا گیا ہے کہ تارڑ ماضی کی یادوں اور حال کے سفری تجربات کو فطرت کے حسین مناظر سے ہم آہنگ کر کے کس طرح ایک رومانوی فضا تشکیل دیتے ہیں اور انسان و فطرت کے باہمی تعلق کو جذباتی و جمالیاتی سطح پر نمایاں کرتے ہیں۔

رومانیت میں انسان کے جذبات، تخیل، محبت اور فطرت کو خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ رتی گلی میں بھی یہ تمام عناصر مختلف صورتوں میں سامنے آتے ہیں۔ تارڑ نے قدرتی مناظر کو صرف خوبصورتی بیان کرنے کے لیے استعمال نہیں کیا بلکہ انہیں اپنی یادوں، احساسات اور ذاتی تجربات کے ساتھ جوڑ دیا ہے۔ پہاڑ، جھیلیں، برف، دھند اور پھول مصنف کے لیے صرف دیکھنے کی چیزیں نہیں بلکہ ان سے وابستہ یادیں اور جذبات بھی رکھتے ہیں۔ سینتالیس برس بعد رتی گلی کی طرف واپسی ماضی کی یادوں کو دوبارہ زندہ کرتی ہے اور مصنف کو اپنی نوجوانی کے دنوں کی طرف لے جاتی ہے۔ اسی طرح مہم جوئی کے واقعات، دوستوں کی رفاقت، خوف اور کامیابی کی خوشی سفر نامے میں جذباتی رنگ پیدا کرتے ہیں۔ یوں رتی گلی میں فطرت، یاد، محبت، مہم جوئی اور انسانی جذبات ایک دوسرے سے جڑ جاتے ہیں اور سفر ایک عام سفری تجربے کے بجائے ایک رومانوی اور جذباتی تجربہ بن جاتا ہے۔

اسی لیے رشید احمد صدیقی لکھتے ہیں:

> ”رومانیت دنیا کے ہر خطے، ہر تہذیب، اور ہر کلچر میں موجود ہے۔ یہ کائنات زندہ ہے اس کا نظام جامد نہیں۔ کائنات کو ہم مشین نہیں کہہ سکتے کہ اس کا ہر پرزہ مکمل ہے اس لیے کائنات میں تبدیلی کا ہر عمل ہر وقت جاری رہتا ہے۔ کائنات کی یہ تبدیلی ایک مثبت پہلو ہے منفی نہیں۔ یکسانیت اکتاہٹ کا باعث ہے ۔۔۔ ادب کا ہر رجحان یا اظہار کچھ نئے انداز لے کر وجود میں آتا ہے اس اظہار کے تحت ہر فن پارہ بھی جمالیات کے اپنے اصول لے کر آتا ہے ۔ انگریزی ادب میں رومانیت بھی اظہار کے نئے انداز لے کر آئی، اسی لیے نقادوں نے رومانیت کو انقلاب کہا۔“(۱)

اردو ادب میں یہ رجحان نثر اور شاعری دونوں میں ظاہر ہوتا ہے، جہاں جذباتی شدت، محبت کی نفسیاتی پیچیدگیاں، روحانی اور جمالیاتی تجربات، اور انسان کی فطرت سے ہم آہنگی کو فنی و ادبی رنگ میں ڈھالا جاتا ہے۔ رومانیت نے اردو ادب میں تخیل کی آزادی،

شخصیت کی انفرادیت، اور جذبات وجمالیات کی گہرائی کو اجاگر کرنے کا موقع فراہم کیا، جس سے ادب میں ایک ذاتی اور محسوساتی جہت پیدا ہوئی جو قاری کو نہ صرف ذہنی بلکہ جذباتی سطح پر بھی متاثر کرتی ہے۔ پروفیسر محمد حسن لکھتے ہیں:

> "رومانویت نے ہر جذبہ کو اس کی انتہائی شکل میں پسند کیا۔۔ رومانویت نے آزادی کا نام لیا تو مروجہ اصولوں کو توڑ کر نئے اصولوں کی تعمیر سے زیادہ نراج۔ فطرت کی طرف واپسی اور جذبے کی بے لاگ پرستش پر زور دیا۔ انقلاب کا نام لیا تو انسان کی تمام تر مذہبی اور اخلاقی قدروں کی شکست وریخت ضروری سمجھی۔"(۲)

سفر نامہ ادب کی ایسی دلکش صنف ہے جس میں مسافر محض راستوں کا بیان نہیں کرتا بلکہ اپنے مشاہدات، تجربات اور داخلی احساسات کو بھی شامل کرتا ہے۔ یہ صنف قاری کو نئے جغرافیے اور ثقافت سے روشناس کرانے کے ساتھ منظر نگاری اور جذباتی کیفیتوں کا امتزاج پیش کرتی ہے۔

اردو ادب میں مستنصر حسین تارڑ کو سفر نامہ نگاری میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان کی نثر میں تازہ منظر کشی، گہرا مشاہدہ اور انسانی وابستگی نمایاں ہے۔ **رتی گلی** اسی روایت کا حصہ ہے جہاں فطرت، انسانی جذبے اور مہم جوئی مل کر ایک بھرپور تخلیقی تجربہ تشکیل دیتے ہیں۔ احمد اقبال رقم طراز ہیں:

> "مستنصر حسین تارڑ گردوپیش کے مناظر اور تاریخ شواہد کے امتزاج سے اپنے سفر ناموں کا ڈھانچہ تیار کرتے ہیں اور اپنی شگفتہ طرز تحریر سے اس ڈھانچے کو ایسا خوش نما لباس پہنا دیتے ہیں جن پر نظر پڑتے ہی ہر ایک کی زبان سے داد وتحسین کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔"(۳)

مستنصر حسین تارڑ کا سفر نامہ **رتی گلی** محض جغرافیائی مشاہدے کا بیان نہیں بلکہ ایک داخلی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں سفر جگہوں کی تلاش سے زیادہ اپنی ذات، یادوں اور گزرے ہوئے وقت کی بازیافت کا سفر بن جاتا ہے۔ یہ کتاب وادی تک پہنچنے کی داستان کم اور ماضی، خواب اور وجود کی دریافت زیادہ محسوس ہوتی ہے۔

اس سفر نامے کی نمایاں خصوصیت اس کی داخلی ساخت ہے، جہاں خارجی مناظر اور باطنی کیفیتیں ایک دوسرے میں مدغم رہتی ہیں۔ دھند، برف، جھیل اور خاموش پہاڑ محض قدرتی مناظر نہیں بلکہ یاد اور تخیل کی علامتیں بن جاتے ہیں۔ رتی گلی کی جھیل اور اس کے اطراف کے برفیلے میدان مصنف کے لیے ماضی کی رومانوی حقیقت کو دوبارہ پرکھنے کا ذریعہ بنتے ہیں—یہ جاننے کے لیے کہ جو دیکھا تھا وہ حقیقت تھی یا نوجوانی کے تخیل کا عکس۔

ابتدائی صفحات میں خواب اور یاد کے امتزاج سے ایک رومانوی فضا قائم ہوتی ہے، جہاں راج ہنسوں اور برف پوش جھیل کا منظر حقیقت اور تصور کو یکجا کر دیتا ہے۔ یوں فطرت کی جمالیاتی تصویر کشی انسانی احساسات کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجیے:

> "سفید راج ہنس خواب در خواب تیرتے چلے جاتے تھے اور میری نیند بھری آنکھیں کشتیوں کی مانند ان کے پیچھے تیرتی چلی جاتی تھیں۔" (۴)

مستنصر حسین تارڑ کے سفر نامہ **رتی گلی** میں رومانوی عناصر یاد، محبت اور وقت کے باہمی رشتے سے نمایاں ہوتے ہیں۔ سینتالیس برس بعد رتی گلی کی واپسی محض مقام تک پہنچنے کا عمل نہیں بلکہ نوجوانی کے خوابوں اور اداسی کی بازیافت ہے۔ خواب میں شاہ گوری کے خنک بوسوں کا احساس اور بے سبب محبت کی کیفیت داخلی جذبات کو رومانوی رنگ میں پیش کرتے ہیں، جہاں یاد اور محبت ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتی ہیں۔

مہم جوئی کے مناظر بھی رومانوی انداز اختیار کرتے ہیں۔ وادی کشن گنگا کی مسافت، خطرات کا سامنا اور دوستوں کے ساتھ جوانی کی سرکشی فطرت کے پس منظر میں جذبے اور جستجو کی علامت بن جاتے ہیں۔ پہاڑ، برف اور جھیلیں محض قدرتی مناظر نہیں بلکہ انسانی ولولے اور تجسس کے استعارے ہیں۔

خاندانی یادیں اور حسن آرا جیسے کردار اس رومانویت کو ذاتی اور جذباتی جہت دیتے ہیں، جہاں محبت اور حسنِ خیال شخصیت کی تشکیل میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ناران اور دریائے کنہار کے مناظر، نوجوانی کے نعروں اور بے ساختہ خوشی کے ساتھ مل کر ایک خوابناک اور معصوم رومانوی فضا قائم کرتے ہیں، جس میں فطرت اور انسانی احساسات ہم آہنگ دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ مصنف بیان کرتا ہے:

> "ناران، پہاڑوں کی آغوش میں۔۔ جنگلوں میں گھرا۔۔ اتنا ہرا۔۔ کہ کسی ساون کے اندھے کو بھی اتنا ہرا کہاں سوجھتا ہو گا۔۔ اتنا ہرا۔۔ اور اتنا خاموش کہ اس پر گونگا ہونے کا شبہ ہوتا تھا۔۔ اور اتنا پوشیدہ کہ اس پر کسی مفرور مجرم کا گمان ہوتا تھا۔۔ اور یہ بس ایک نام تھا۔۔ ایک مقام تھا۔۔ جہاں کوئی نہ تھا۔" (۵)

مستنصر حسین تارڑ کے **رتی گلی** میں نوجوانی کی مہم جوئی رومانوی فضا میں ڈھل جاتی ہے۔ پہاڑوں میں رات گزارنا، یوتھ ہوٹل کی پہلی قیام گاہ، موم بتی کی مدھم روشنی میں کھانا اور پہلی ٹراؤٹ کا تجربہ یہ سب معصوم تجسس اور ولولۂ شوق کو نمایاں کرتے ہیں۔ خوف اور جوش کا امتزاج نوجوان دلوں کی بے ساختہ کیفیت کو ابھارتا ہے۔

قدرت کے مناظر دریا کی گونج، برف پوش پہاڑ اور خاموش ویرانی رومانوی تناؤ اور کشش پیدا کرتے ہیں، جہاں ہر لمحہ انسانی جذبات سے ہم آہنگ دکھائی دیتا ہے۔ چوکیدار اور دیگر مقامی کردار اس تجربے کو انسانی اور سماجی رنگ دیتے ہیں۔

ناران کے ڈاک بنگلے اور برطانوی عہد کے آثار ایک پر اسرار اور تاریخی رومانویت پیدا کرتے ہیں، جو نوجوان مہم جوؤں کے دل میں خوف اور تجسس کی ملی جلی فضا قائم کر دیتی ہے۔

مصنف لکھتا ہے:

”یہ چوکیدار ناران کے ڈاک بنگلے کے خانسامے کا کوئی بھائی بند تھا جس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ہمارے گوراصاحب ہمیں یوں بے آسرا چھوڑ کر کیوں اور کہاں چلے گئے ہیں۔ اگر چلے گئے ہیں تو۔۔۔ وہ ایک مفلوک الحال کردار تھا جسے شاید برسوں سے تنخواہ نہیں ملی تھی نہ ہی اسے نوکری سے معطلی کا کوئی پروانہ ملا تھا۔“(۶)

یہ منظر نوجوانی کی معصومیت، خوف، اور پہلی بار انجان ماحول میں خود کو آزمانے کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ ڈاک بنگلے کے واحد کمرے میں رات گزارنا، کمبل اور سلیپنگ بیگز میں لپٹے ہوئے مہم جو نوجوانوں کے خوف اور جوش کو نمایاں کرتا ہے۔ پہاڑوں کی بلندیاں، خاموش ہوا اور برف پوش پہاڑ نوجوان دلوں میں تجسس، خطرے کا شعور اور رومانوی جوش پیدا کرتے ہیں۔

اسی دوران نوجوان اپنے اولین کوہ پیمائی کے قدم اٹھاتے ہیں، انجانی وادیوں میں داخل ہوتے ہیں اور مہم کے سامان کو خود اٹھانے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ یہ سب منظر نوجوانی کی آزادی، خود اعتمادی، اور قدرت کے ساتھ اولین رابطے کی جھلک پیش کرتا ہے:

”اور یوں اپنی حیات میں پہلی بار ہم کومل بدنوں اور نازک انداموں نے بوجھ اٹھائے اور راستوں اور پگڈنڈیوں سے جدا ہو کر ایک انجانی وادی میں داخل ہو گئے۔ ہمیں اس سے پیشتر کوئی وسوسہ نہ تھا کہ ہم پنا سامان خود اٹھائیں گے۔“ (۷)

یہ تمام تجربات، ڈاک بنگلے کی تاریخی حیثیت، برطانوی راج کی باقیات اور قدرتی مناظر کے امتزاج سے ایک رومانوی مہم جوئی کی فضا پیدا کرتے ہیں، جہاں نوجوانی کی جستجو، خوف، اور قدرتی حسن ایک ساتھ محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

رتی گلی کی پہلی رات کی پہاڑوں میں مہم جوئی نہ صرف ایک جسمانی چیلنج تھی بلکہ نوجوانوں کی نفسیاتی اور جذباتی دنیا کے لیے بھی ایک اہم موقع تھا۔ اس ماحول میں ہر منظر، ہر روشنی، ہر سرد ہوا کا جھونکا اور برفیلے راستوں کی کھردری سطح نوجوانوں کے شعور پر اثر ڈالتی ہے۔ مہم کا یہ پہلا تجربہ ایک طرح سے نوجوانوں کو اپنے محدود تجربات اور حقیقی دنیا کی حدود کے بارے میں آگاہی دیتا ہے۔ خوف، جوش، حیرت اور غیر یقینی کی کیفیت ایک ساتھ عمل میں آتی ہے اور انسانی جذبات کی شدت کو بڑھاتی ہے۔ ایسے لمحے میں نوجوانوں کی توجہ معمولی

تفصیلات پر مرکوز ہو جاتی ہے، جیسے کوئی روشنی، آواز یا تصویر، جو جذباتی اضطراب پیدا کر کے ان کے دل و دماغ کو قید کر لیتی ہے۔ اس پس منظر میں اقتباس زیادہ معنی خیز اور فطری محسوس ہوتا ہے:

"اگر میں اس تصویر کو دیکھوں تو وہ مجھے صرف ایک عام سی لڑکی دکھائی دی لیکن ان دنوں اس ویران پہاڑی سلسلے کے درمیان جہاں ڈھلوانوں پر سر دلبوں کے بوسے ہوا تھی۔۔۔کاغذ پر چھپی اس رنگین تصویر نے ہم سب کو قید کر لیا۔ ہمارے دلوں کو کھینچا کہ آؤ میرے پاس آؤ میں دنیا کی خوبصورت ترین لڑکی ہوں۔"(۸)

یہ اقتباس نوجوانوں کی جذباتی کیفیت اور پہلی رومانوی کشش کو اجاگر کرتا ہے، جو مہم کے دوران حقیقی خطرات اور پہاڑوں کی سخت فطرت کے تناظر میں مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ یوں، نوجوانوں کے خوف اور جوش کا امتزاج ایک پیچیدہ نفسیاتی تجربے کی تصویر پیش کرتا ہے، جہاں انسانی جذبات اور رومانوی دلچسپی ایک ساتھ پروان چڑھتی ہیں۔

ڈاکٹر غفور قاسم شاہ مستنصر حسین تارڑ کے سفر ناموں میں مقامات سیاحت اور سیاح کے درمیان استوار ہونے والے رشتے کے متعلق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" تارڑ کے بیشتر سفر ناموں میں مقامات سیاحت اور سیاح دو الگ الگ کردار نظر آتے ہیں بلکہ ان میں وہ رشتہ بھی استوار ہو جاتا ہے جو تخلیق اور تخلیق کار کے درمیان ہوتا ہے۔ سفر نامے میں اگر یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو سفر نامہ محض واقعات اور مناظر کا بیانیہ نہیں رہتا بلکہ سیاح کی ذہنی اور روحانی واردات بھی بن جاتا ہے اور لفظوں کے وسیلے سے قاری کے دل میں اتر جاتا ہے۔"(۹)

رتی گلی میں پہاڑوں کے درمیان سفر نہ صرف جسمانی مشقت کا امتحان تھا بلکہ نوجوانوں کے شعوری اور جذباتی استحکام کا بھی امتحان تھا۔ ہر نالہ، ہر پتھریلا راستہ اور ہر بلند چٹان ان کے صبر، ہمت اور ہوشیاری کو پرکھتا ہے۔ قدرتی رکاوٹیں نوجوانوں کو محنت اور منصوبہ بندی پر مجبور کرتی ہیں اور ایک طرح سے انہیں اپنے اندر چھپے خوف اور خطرات سے آگاہ کرتی ہیں۔ اسی دوران، مصنف مقامی دیہاتیوں اور گاؤں کی زندگی کے منفرد پہلوؤں کو بھی اجاگر کرتا ہے، جو نوجوانوں کے تجربے میں سماجی اور تہذیبی جہت کا اضافہ کرتے ہیں۔ ان تمام عوامل کے درمیان اقتباس نوجوانوں کے عملی تجربے اور جذباتی کیفیت کو واضح کرتا ہے:

"ہماری ہنگامہ آرائی اس کے کانوں تک پہنچی تو وہ بھی قدرے ٹھٹکا، پیچھے مڑ کر ہمیں ایک نظر دیکھا اور اپنا سامان کمر سے اتار کر اطمینان سے لیٹ گیا۔"(۱۰)

یہ منظر نوجوانوں کے درمیان جاری کشمکش، محتاط ہوشیاری اور قدرتی ماحول کے خوف و اضطراب کو نمایاں کرتا ہے۔ پہاڑوں کی غیر یقینی فطرت اور مقامی زندگی کی منفرد روایات نوجوانوں کے تجربے کو زیادہ گہرا اور یادگار بناتی ہیں، اور انسانی خوف و حوصلے کے درمیان ایک متوازن اور تنقیدی منظر پیش کرتی ہیں۔

> "بنیادی مسئلہ صرف یہ تھا کہ تہذیب اور شہری آبادیوں اور جس سرزمین کو وطن کہا جاتا ہے یہ لوگ اس سے بہت الگ تھلگ سینکڑوں برسوں سے ایک پس ماندہ محض خوراک اور ایک چھت کی تگ و دو میں زندگی گزارتے چلے آئے تھے۔" (۱۱)

یہ تمام تجربات پہلی رات کی نوجوانی کی آزمائش، آزادی کی خوشبو اور خطرے کی کشش کو ایک ساتھ محسوس کرواتے ہیں، جو بعد میں مہم جوئی کی یادگار کہانیوں میں بدل جاتی ہے۔

رات کے مناظر میں قدرتی خوبصورتی اور انسانی احساسات کا جو امتزاج سامنے آتا ہے، وہ رتی گلی کے سفر نامے میں رومانوی فضا کو گہرا اور معنوی بنا دیتا ہے۔ رات کا سکوت، پہاڑوں کی خاموشی اور فطرت کی ساکن عظمت انسان کے باطن میں ایک عجیب سی سرشاری اور انکسار پیدا کرتی ہے۔ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جہاں انسان محض ایک مسافر نہیں رہتا بلکہ فطرت کے وسیع وجود کا حصہ بن جاتا ہے۔ رات کے بعد آنے والی صبح اس رومانوی کیفیت کو ایک نئے جمالیاتی زاویے سے سامنے لاتی ہے، جہاں منظر، فضا اور انسانی شعور یکجا ہو جاتے ہیں:

> "اور پھر ایک سویر آ گئی اگلی سویر اور ذرا تاریکی مدھم ہوئی تو اس کے برابر کی مدھم روشنی پھیلی۔ ڈھلوان پر جو چند پتھریلی آماجگاہوں پر مشتمل گاؤں تھا وہ دھند میں ڈوبا ہوا تھا۔"(۱۲)

یہ اقتباس رومانوی فضا کے پر اسرار پہلو کو نمایاں کرتا ہے جہاں فطرت اپنی خاموشی سے انسانی شعور پر اثر انداز ہوتی ہے۔ دھند محض موسمی کیفیت نہیں بلکہ اسرار کی علامت بن جاتی ہے، جو منظر کو واضح کرنے کے بجائے محسوس کرنے کا موقع دیتی ہے۔ گھاس زدہ میدان، سخت چٹانیں اور نرم دھند مل کر انسانی جذبات کی پیچیدگی کا استعارہ بن جاتے ہیں۔

سرد اور نم آلود صبح میں خوف، حیرت، سکون اور مسرت ایک ساتھ موجود رہتے ہیں۔ یوں فطرت اور انسان کے درمیان خاموش مکالمہ اس تجربے کو محض منظر نگاری نہیں رہنے دیتا بلکہ اسے ایک گہرا باطنی اور رومانوی تجربہ بنا دیتا ہے۔

رات کے مناظر میں قدرتی خوبصورتی اور پر اسرار فضا بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ برف کے کنارے، دھند، اور چٹانی میدان رومانوی اور خوفزدہ ماحول پیدا کرتے ہیں، جو انسانی جذبات کو شدت سے متاثر کرتا ہے:

"اور حیرت در حیرت جب اگلی سویر ہم بیدار ہو کر خیموں سے باہر آئے تو اس گھاس بھرے چٹانوں سے آراستہ میدان کی سحر انگیزی میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی تھی بلکہ اس میں دھند کے اضافے نے اُسے مزید پر فسوں کر دیا تھا۔" (۱۳)

رتی گلی کی چوٹی تک پہنچنے کا سفر مہم جوئی، طاقت، اور حوصلے کا امتحان ہے۔ تارڑ نے اس مقام پر انسانی جذبات کے دو متضاد پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے: ایک طرف خود پر اعتماد اور کامیابی کا احساس، اور دوسری طرف قدرت کی وسعت اور اس کے سامنے چھوٹے ہونے کا احساس۔ جب مہم جو گلیشیئر پر چڑھتے ہوئے آزاد اور بے پرواہو جاتے ہیں، تو یہ منظر انسانی خوشی اور فتح کی علامت بن جاتا ہے:

"ابھی کچھ دیر پہلے رتی گلی چوٹی پر پہنچنے کے لیے ہم سب گلیشیئر پر چڑھتے ہوئے ایک دوسرے کو نظر میں رکھتے تھے ذرا کوئی دھند میں او جھل ہو تا تھا تو نروس ہو جاتے تھے لیکن اب یہ عالم تھا کہ دوسری جانب اُترتے ہوئے سب کے سب آزاد اور بے پرواہو گئے۔ شور مچاتے، چیخیں مارتے، ایک برفانی چوٹی کو اپنے تئیں فتح کرنے کے نشے میں سرشار ہم سب خوش و خرم خرگوشوں کی مانند اچھلتے کودتے دوسری جانب اُترنے لگے۔" (۱۴)

یہ منظر انسان اور قدرت کے درمیان تعلق کو نمایاں کرتا ہے: مہم جو برفانی راہوں اور دھند کے باوجود قدرت کے حسن سے محظوظ ہوتے ہیں، اور ہر قدم پر قدرت کی طاقت اور اس کی جاذبیت کا احساس ہوتا ہے۔ دھوپ میں نکلنے کے بعد کی وادی، گھاس بھری زمین، دودھ سفید ندی اور سورج کے سرخ پھول رومانوی اور جادوئی فضا پیدا کرتے ہیں:

"ایک گھاس بھری خوشنما اترائی ایسی تھی جس پر ہم قلانچیں بھرتے اترتے جاتے تھے... جونہی ہم رتی گلی کی چوٹی سے اترے۔۔ دھوپ میں اترے، ہمارے قدموں میں سبز گھاس سے آرائش شدہ ایک نرم اور جادوئی قالین بچھ گیا اور اس کے درمیان ایک دودھ سفید برفیلی ندی بہہ رہی تھی۔" (۱۵)

مصنف نے یہاں انسانی فتح اور کامیابی کی خوشی کو بھی دکھایا ہے۔ خواجہ صاحب کے نعرے، مہم جو کی آوازیں، اور فتح کا جشن روحانی اور جسمانی جوش کو یکجا کرتے ہیں:

"چنانچہ ہم سب نے گلے پھاڑ پھاڑ کر خواجہ صاحب کی ہپ ہپ کے جواب میں ہرے کہا۔"(۱۶)

ساتھ ہی، ذاتی تجربات اور یادیں بھی بیان کی گئی ہیں، جیسے کیمرے سے تصاویر لینا، تھرموس بوتل میں چائے محفوظ رکھنا، اور دوستوں کے ساتھ خوشی کے لمحات۔ یہ سفر کی حقیقت پسندی اور انسانی جذبات کی پیچیدگی کو نمایاں کرتی ہیں، جہاں فتح کا لمحہ اور قدرتی حسن دونوں ایک ساتھ محسوس کیے جاتے ہیں۔

اس پورے منظر میں تارڑ نے رتی گلی کے مناظر، برفانی چوٹی، دھند، سورج کی روشنی، اور انسان کے جذبات کو اس طرح یکجا کیا ہے کہ قاری خود وہاں موجود ہونے کا احساس کرتا ہے۔ یہ نہ صرف جسمانی سفر بلکہ روحانی اور نفسیاتی تجربہ بھی ہے، جو مہم جوئی کی حقیقت اور قدرت کی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔ اس کے ساتھ، قدرتی مناظر اور وادیوں کی کشش کی خوبصورت تصویر کشی کی گئی ہے۔ وادی کاغان، نانگا پربت، راکاپوشی اور دیگر بلند پہاڑوں کو ایسا بیان کیا گیا ہے کہ وہ روحانی اور جادوئی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں:

"وادی کاغان ہمیشہ مجھے ایک نرم کومل ہری بھری جنگل بھری نسوانی سی بے ضرر وادی لگتی تھی... جہاں اللہ تعالی اپنے آسمانی تخت پر براجمان ہم کلام ہوتا ہے۔"(۱۷)

یہاں قدرت کے مناظر انسانی جذبات، رومانوی خیال، اور روحانی تجربے کے ساتھ یکجا ہیں۔ تارڑ نہ صرف پہاڑ اور جھیلوں کو دکھاتے ہیں بلکہ ان کے سامنے انسان کی چھوٹائی اور عاجزی کو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ مصنف نے بتایا کہ وہ جھیلوں تک جانا چاہتا ہے، ان کے کناروں پر گھومنا چاہتا ہے، اور یہ اس کے آخری اور حتمی عشق کی علامت ہے:

"یہ جھیل سرال بھی ایک ایسی ہی حواس پر چھا جانے والی نوعیت کی جھیل تھی۔۔اس نے میرے ڈھلکے ہوئے نتھنوں میں باگیں ڈال کر انہیں اس شدت سے کھینچا تھا جیسے شکاری کنڈی میں پروئی گئی، مچھلی کو کھینچتا ہے کہ اے عمر رسیدہ گھوڑے جب تو جوان تھا تو جو بھی جوہڑ نما جھیل دکھائی دیتی تھی، اس پر فریفتہ ہو کر اس کے کناروں پر ہنہناتا پھرتا تھا۔۔۔ تو اس بڑھاپے میں ایک عشق اور سہی، ذرا ادھر تو آ۔۔ پھر دیکھو کہ تیرا کیا حشر ہوتا ہے۔۔ادھر جدھر ایک بلند درے کو پار کرنے پر میں نظر آتی ہوں۔۔میرا وعدہ ہے کہ یہ تمہارا آخری اور حتمی عشق ہو گا۔"(۱۸)

یہ بیان قدرت کے ساتھ انسانی تعلق اور محبت کو نمایاں کرتا ہے، اور مہم جوئی کو صرف فتح یا جسمانی کامیابی تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ اسے روحانی اور جذباتی تجربے کے ساتھ جوڑ دیتا ہے۔ جھیل سیف الملوک کی تصویر کشی قدرتی رومانویت کی عکاسی کرتی ہے۔ تارڑ نے رات، چاندنی، دریائے کنہار کے کنارے، اور پہاڑوں کی بلندیوں کو ایسے بیان کیا کہ یہ قدرت اور انسانی جذبات کے درمیان ایک حساس تعلق پیدا کرتے ہیں:

"میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ونڈ شیلڈ میں سے ابھرتی جھیل کی پہلی جھلک کا منتظر تھا لیکن سوائے اتھاہ تاریکی کے سامنے کچھ نہ تھا۔"(۱۹)

یہاں رومانویت کا عنصر انتظار، توقع، اور حسن کی پہلی جھلک کے ذریعے ابھرتا ہے، جو قاری کو قائل کرتا ہے کہ منظر صرف جغرافیائی نہیں بلکہ جذباتی اور داخلی تجربے کا بھی حصہ ہے۔

تارڑ، خاور اور بشیر کے درمیان تعلقات نہ صرف مہماتی ہیں بلکہ اعتماد، تعاون اور مشترکہ خوشیوں کا بھی اظہار ہیں:

"یار مجھے جھیل کے پاس تو لے چلو۔۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اس تک لے تو چلو۔ میں نے اصغر سے درخواست کی۔ اس نے پلاسٹک کی ایک کرسی اٹھائی پہلے اسے ہڈیوں سے جھاڑا پھر اٹھائی اور اندھیرے میں میرا ہاتھ تھامے ہوئے کنارے تک لے گیا۔" (۲۰)

یہ منظر محبت اور ہمدردی کی رومانوی تصویر پیش کرتا ہے، جہاں ایک چھوٹی حرکت، انسان کے جذبات اور تعلقات کو نمایاں کر دیتی ہے۔ جھیل، پہاڑ، ندی، چاندنی، برف، اور رات کی تاریکی سب مل کر ایک رومانوی فضا تخلیق کرتے ہیں، جو نہ صرف جمالیاتی ہے بلکہ اندرونی کیفیت اور یادوں کی شدت کو بھی بڑھاتا ہے:

"چاندنی واقعی کنہار کے کناروں پر ہی رہ گئی تھی یہاں تاریکی کا سوگ ہر سو سیاہ ہو رہا تھا۔"(۲۱)

یہ بیان قدرت کی خوبصورتی اور انسانی احساسات کی ہم آہنگی کو اجاگر کرتا ہے، جہاں رات کی سیاہی اور چاندنی کا امتزاج جذباتی شدت پیدا کرتا ہے۔

تسلسل اور یادوں کی رومانویت بھی اہم ہے۔ مصنف نے اپنی ماضی کی یادوں اور موجودہ تجربات کو ملا کر ایک جذباتی رشتہ قائم کیا ہے:

"شاید یہی وہ کنارا تھا جہاں آج سے سینتالیس برس پیشتر وادی کشن گنگا کو جاتے ہوئے ایک نوجوان نے گور کھا ہیٹ، فوجی بوٹوں میں ملبوس۔۔ پیشانی پر بال بکھرائے افق پر نظریں جمائے ایک تصویر اتروائی تھی۔۔۔ اگر میں امیر کبیر ہوتا تو دلالوں کو منہ مانگی رقم ادا کر کے یہ جھیل خرید لیتا۔۔ اسے اپنی رکھیل نہ بناتا۔۔ جہاں اس کی پہلی جھلک نظر آتی ہے وہاں ایک چھوٹا سا چبوترا بنوا دیتا کہ جو آئے یہاں کھڑا ہو کر اس دیوی کے درشن کرے اور چند پھول بھینٹ کر کے یہیں سے واپس چلا جائے۔ اس کے چرنوں کو بھی چھونے کی اجازت نہ دیتا۔" (۲۲)

یہاں یادیں، ماضی کی خوشیاں اور قدرتی مناظر ایک ساتھ آکر ایک گہری رومانوی کیفیت پیدا کرتے ہیں، جو سفر کو صرف جسمانی نہیں بلکہ روحانی اور جذباتی بنا دیتا ہے۔

اس مقام پر رتی گلی کے بیانیے میں رومانویت محض کسی ایک منظر یا کیفیت تک محدود نہیں رہتی بلکہ فطرت اور انسان کے درمیان ایک ایسی ہمہ گیر ہم آہنگی کی صورت اختیار کر لیتی ہے جو قاری کو وجدانی سطح پر متاثر کرتی ہے۔ رات کا منظر خاص طور پر اس رومانوی فضا کو گہرا کر دیتا ہے، جہاں شعور، احساس اور وجود ایک عارضی تحلیل کے عمل سے گزرتے ہیں۔ مصنف جس کیفیت کو بیان کرتا ہے، وہ محض خوبصورتی کا بیان نہیں بلکہ خودی کے مٹنے اور کائناتی حسن میں جذب ہو جانے کا تجربہ ہے:

> ''ڈک کی رات میں ایک بے پناہ خوبصورتی تھی۔ اور وہ یہ کہ ہم سب ایسے بے سدھ ہوئے۔۔ ایسی بے خبری رہی کہ نہ جنوں رہا نہ پری رہی اور نہ ہی ہم رہے۔ ایسے بے سدھ سوئے۔''(۲۳)

یہ اقتباس اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ رومانوی عنصر یہاں انسانی ذات کے انحلال سے جڑا ہوا ہے۔ رات، تاریکی اور سکوت انسان کو اس مقام پر لا کھڑا کرتے ہیں جہاں فرد اپنی شناخت، عقل اور روزمرہ کے شعور سے عارضی طور پر آزاد ہو جاتا ہے۔ یہی کیفیت رومانوی ادب کی بنیادی روح ہے، جہاں انسان فطرت کے حسن میں خود کو بھلا کر ایک وسیع تر وجود کا حصہ محسوس کرتا ہے۔

اسی تسلسل میں فطری مناظر کا رنگین اور متحرک پہلو رومانویت کو مزید وسعت دیتا ہے۔ ڈھلوانوں پر پھیلے ہوئے پھول، ان کے رنگ اور برف کے ساتھ ان کا تعلق محض بصری منظر نہیں رہتا بلکہ انسانی احساسات میں سرور، نرمی اور وجد کی آمیزش پیدا کرتا ہے:

> ''ڈھلوانوں پر لدے ہوئے پھولوں کی رنگت کہیں گلابی ہوتی تھی اور کہیں پیلی پھٹک اور ارغوانی۔۔ حیرت ہوتی تھی ان انباروں کا بوجھ پہاڑوں نے کیسے سنبھالا ہوا۔۔۔ جیسے برف کا بوجھ بڑھتا ہے تو وہ کھسکتی ہے۔ ذرا پگھلتی ہے تو ایک ایولانچ کی صورت وادی میں ایک آبشار کی مانند اترنے لگتی ہے۔''(۲۴)

یہاں رنگ، حرکت اور تشبیہات مل کر ایک ایسی رومانوی فضا تشکیل دیتی ہیں جس میں زمین، برف اور انسانی جسم ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ پھولوں کی نرمی اور برف کی سختی کے باہمی تضاد سے جو جمالیاتی کیفیت جنم لیتی ہے، وہ انسانی جذبات کی پیچیدگی اور لطافت کی علامت بن جاتی ہے۔ اس طرح منظر محض دیکھا نہیں جاتا بلکہ محسوس کیا جاتا ہے۔

اسی فطری سلسلے میں گھوڑوں اور دیگر قدرتی مخلوقات کی موجودگی بیانیے کو ایک خوابناک اور اساطیری رنگ عطا کرتی ہے۔ گھوڑے کی حرکت، اس کا برفانی چراگاہ میں دوڑنا اور پھر یکدم ساکت ہو جانا زندگی اور سکون، رفتار اور ٹھہراؤ کے درمیان ایک گہرا تضاد پیدا کرتا ہے:

> "یہ جو سفید بدن گھوڑا ایک وسیع چراگاہ میں برفوں کے دامن میں ایک برف ندی کے کنارے سرپٹ بھاگتا چلا جارہا ہے۔ اس قسم کے گھوڑے! اور پھر وہ براق بدن۔۔ بے چین گھوڑا ندی کے بہاؤ کے قریب جاکر یکدم رکا۔۔ اور ساکت ہو گیا۔۔
>
> ہم پھولوں اور گھوڑوں پر دھیان دیتے رہے لیکن اس شام سے غافل رہے جو چپکے چپکے پاکستانی کوہ قاف پر اتر رہی تھی۔
>
> ہم چلتے جارہے تھے اور آج نہ ہمارا سانس بے وفا ہوتا تھا اور نہ تھکاوٹ زیر کرتی تھی تو یہ شام پھولوں میں الجھتی ہم پر دھیرے دھیرے وارد ہو رہی تھی۔ یہ ایک جادو بھری شام تھی۔"(۲۵)

یہ منظر رومانوی ادب کی اس روایت سے جڑتا ہے جہاں جانور محض پس منظر کا حصہ نہیں بلکہ فطرت کی زندہ علامت بن جاتے ہیں۔ گھوڑے کی قوت، آزادی اور اچانک سکوت انسانی وجود کے اتار چڑھاؤ کی علامت معلوم ہوتا ہے، اور قاری کو جمالیاتی مسرت کے ساتھ ایک گہری فکری سطح پر بھی لے جاتا ہے۔

اس سفر نامے میں شمالی وادیوں، جھیلوں، پہاڑوں، خیموں، جسمانی تھکن اور ذہنی سرشاری کا جو امتزاج سامنے آتا ہے، وہ ایک مکمل رومانوی تجربہ بن جاتا ہے۔ فطرت یہاں پس منظر نہیں بلکہ ایک فعال کردار کی صورت اختیار کر لیتی ہے، جو انسانی جذبات، دوستی، خوف، مسرت اور فکر سب کو اپنے اندر سمو لیتی ہے۔ یہی پہلو اس کتاب کو محض سفر نامہ نہیں رہنے دیتا بلکہ اردو کی رومانوی اور وجدانی نثر کی ایک مضبوط مثال بنا دیتا ہے، جہاں قاری ہر صفحے پر فطرت اور انسان کے درمیان قائم اس گہرے رشتے کو شدت سے محسوس کرتا ہے۔ سفر نامہ رتی گلی کے فکری اور اسلوبی عناصر کی نشاندہی کرتے ہوئے ڈاکٹر غفور قاسم شاہ لکھتے ہیں:

> "موت کا تذکرہ تارڑ کی نگارشات کا ناگزیر جزو ہے۔ اس سفر نامے میں بھی مختلف مقامات پر موت کا ذکر آیا ہے طنز و مزاح بھی ان کی تحریروں کی خصوصی پہچان ہے۔ اس سفر نامے میں اگرچہ کم مگر یہ ذائقہ ضرور موجود ہے۔"(۲۶)

اس مرحلے پر رتی گلی کے بیانیے میں رومانویت ایک نئے زاویے سے سامنے آتی ہے، جہاں فطرت کی پہلی جھلک انسانی شعور پر ایک ایسا اثر ڈالتی ہے جو محض دیکھنے تک محدود نہیں رہتا بلکہ دل اور احساس کو اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ جھیل کا پہلی بار دیکھا جانا ایک عام تجربہ نہیں رہتا بلکہ ایک وجدانی لمحہ بن جاتا ہے، جس میں انسان کا اندرونی ردعمل اس کی عقل سے آگے نکل جاتا ہے:

"آپ کسی بھی معمولی جھیل کو جب پہلی بار دیکھتے ہیں تو دل رکتا ہے اور اگر آپ جھیل دودی پت کو پہلی بار دیکھیں تو دل دیر تک رکا ہی رہے تو یہ تو ہوتا ہی ہے۔" (۲۷)

یہ اقتباس اس حقیقت کو نمایاں کرتا ہے کہ رومانوی تجربہ اکثر پہلی نظر سے جنم لیتا ہے۔ یہاں جھیل کا حسن آنکھ سے دل تک کا سفر ایک ہی لمحے میں طے کر لیتا ہے، اور انسان کچھ دیر کے لیے اپنے اردگرد کی دنیا سے کٹ سا جاتا ہے۔ یہ کیفیت کلاسیکی رومانوی روایت سے جڑی ہوئی ہے، جہاں پہلی جھلک دل کو مسخر کر لیتی ہے اور وقت جیسے تھم سا جاتا ہے۔

انسانی رشتوں اور باہمی تعلقات کی چھوٹی مگر معنی خیز جھلکیاں اس رومانوی فضا کو مزید انسانی بنا دیتی ہیں۔ سفر کی تھکن، دشواریوں اور غیر یقینی حالات کے باوجود دوستوں کے درمیان ہلکا سا مزاح، احترام اور اپنائیت اس تجربے کو نرم اور خوشگوار بنا دیتی ہے۔

اسی تسلسل میں جھیل کا پانی آئینہ بن کر سامنے آتا ہے، جو صرف منظر کو نہیں بلکہ دیکھنے والے کے احساسات کو بھی منعکس کرتا ہے:

"اس کے پانی اتنے ساکت اور بغیر کسی ہلکی سی لہر کے تھے کہ گویا نہ تھے اور ان پر اڈتے جو صد رنگ پھول تھے۔۔۔ برفیں اور نچڑتی ہوئی گھاس تھی وہ سب کے سب اتنی کاملیت کے ساتھ ان پر عکس ہو رہے تھے گویا نقش ہو چکے ہیں۔ چنانچہ پانی دکھائی نہ دیتے تھے۔۔ آئینے ہو کر اپنا وجود کھو بیٹھے تھے۔ صبح کے مدھم اجالے میں۔۔ یہ جھیل کی ہیر برفوں، گلابی رنگوں اور سبزے کی تراوٹوں کو اپنے آپ پر یوں عکس کر رہی تھی کہ وہ ہیر نہ رہی تھی۔۔۔ برف کی سفیدی۔۔ سبزے اور رنگ و بو کا رانجھا ہو گئی تھی۔۔ ہیر نہ رہی تھی۔" (۲۸)

یہ منظر محض بصری حسن نہیں بلکہ ایک علامتی کیفیت رکھتا ہے۔ آئینہ نما پانی انسانی وجود کی ناپائیداری اور لمحاتی حیثیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جیسے پانی نے اپنا وجود مٹا کر عکس کو جگہ دی ہو، ویسے ہی انسان بھی اس لمحے اپنی انانیت چھوڑ کر فطرت کے حسن میں تحلیل ہوتا محسوس ہوتا ہے۔ رومانوی ادب میں یہ کیفیت ہمیشہ ایک گہرے روحانی لمس کے ساتھ جڑی رہی ہے۔

رات کے اس ساکن حسن میں جب روشنی حرکت میں آتی ہے تو منظر خواب اور حقیقت کے درمیان معلق ہو جاتا ہے۔ چاند کی روشنی اور جگنوؤں جیسی چمک ایک جادوئی کیفیت کو جنم دیتی ہے:

”جب کہ بجھا ہوا چاند یکدم بھڑک اٹھا تھا، جھیل کے پانی ایک دیوزاد جگنو کی ماند ٹمٹانے لگے۔“(۲۹)

یہاں روشنی جامد نہیں بلکہ زندہ محسوس ہوتی ہے۔ جھیل کے پانی کا جگنوؤں کی مانند جگمگانا انسانی جذبات میں بھی ایک لرزش پیدا کرتا ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جہاں حسن صرف دیکھا نہیں جاتا بلکہ محسوس کیا جاتا ہے، اور رومانوی حساسیت اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔

اس جمالیاتی تجربے کے دوران مصنف کا شعور انسان اور ابدیت کے باہمی تعلق کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ پہاڑوں کی عظمت اور انسان کی فانی حیثیت کا تقابل ایک گہری رومانوی اور فکری سطح پر کیا گیا ہے:

”دیوتاؤں کو اپنی ابدیت کا یقین ہوتا ہے اور وہ ان پہاڑوں کی تنہائی اور حسن کو ایسے تو محسوس کر سکتے ہی نہیں جیسے میں ایک معمولی بشر کہ مجھے اپنی فنا کا یقین ہے۔ اس لیے جھیل دودی پت کی سرد تنہا رات میں قدرت کے اس معجزے کو میں ایسی ہوس سے دیکھتا ہوں۔“(۳۰)

یہاں رومانویت محض حسن پرستی نہیں رہتی بلکہ وجودی شعور میں ڈھل جاتی ہے۔ مصنف اپنی بشری محدودیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس حقیقت کو محسوس کرتا ہے کہ فطرت کا حسن وقت سے ماورا ہے، جبکہ انسان لمحاتی ہے۔ یہی احساس رومانوی ادب میں ایک لطیف اداسی، ہوس، چاہت اور آخرکار جدائی کے احساس کو جنم دیتا ہے۔

رات کے اس وجدانی تسلسل کے بعد صبح کا ظہور ایک نئی کیفیت لے کر آتا ہے، جہاں روشنی آہستہ آہستہ سکوت کو توڑتی ہے مگر اس کی تقدیس برقرار رہتی ہے:

”ابھی طلوع کی سفیدی کا گورا بدن مکمل طور پر عیاں نہ ہوا تھا۔ ہولے ہولے ظاہر ہو رہا تھا۔ رات کی سیاہی میں گھلتا اسے رخصت کر رہا تھا۔ تو اس ساعت میں بھی جھیل وہاں نہ تھی۔ گھاس بھری چاروں اور سے اترتی ڈھلوانیں رات کی ٹھنڈل میں سرد ہو رہی تھیں۔ خیمہ گاہ کے گرد پھولوں کے قافلے اپنا رنگ نکھار رہے تھے۔ نیند سے بیدار ہو رہے تھے لیکن وہ بھی سانس نہ لیتے تھے۔ صرف گلیشیئر تھے جو دکھائی دے رہے تھے جیسے آئینے ہوں۔“(۳۱)

رتی گلی اور سرال جھیل مصنف کے لیے صرف منظر نہیں بلکہ ایک رومانوی و روحانی تجربہ ہیں۔ روشنی، جھیل کی ”آنسو“ جیسی کیفیت، گھوڑوں کے ساتھ تعلق اور خطرات سفر کو وجدانی آزمائش میں بدل دیتے ہیں۔ نیلگوں جھیل، پہاڑ اور آسمان انسانی جذبات اور محدودیت کو اجاگر کرتے ہیں، اور جھیل کو معشوق کے طور پر پیش کرنا عشق، قربانی اور طلب کی علامت بناتا ہے، جس سے یہ منظر جمالیات، روحانیت اور رومانویت کا امتزاج بن جاتا ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ نگہت ناہید ظفر، انگریزی رومانوی شعرا کے اردو شاعری پر اثرات، مقالہ برائے پی ایچ ڈی، جی سی یونیورسٹی لاہور، س۔ن، ص ۱۴
۲۔ حسن محمد، اردو ادب میں رومانوی تحریک، دہلی: عاکف بک ڈپو، ۱۹۹۹ء، ص ۱۸
۳۔ احمد اقبال، مستنصر حسین تارڑ کے شمالی علاقہ جات کے سفر ناموں کے فکری محاسن، مشمولہ، خیابان ششماہی تحقیقی مجلہ، ۱۵ مئی ۲۰۱۹ء
۴۔ مستنصر حسین تارڑ، رتی گلی، ص ۷
۵۔ ایضاً، ص ۲۰
۶۔ ایضاً، ص ۲۵
۷۔ ایضاً، ص ۲۹
۸۔ ایضاً، ص ۳۳
۹۔ قاسم، غفور شاہ، تارڑ: شخصیت اور فن، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۱۰۶
۱۰۔ مستنصر حسین تارڑ، رتی گلی، ص ۳۲
۱۱۔ ایضاً، ص ۳۶
۱۲۔ ایضاً، ص ۳۹
۱۳۔ ایضاً، ص ۴۶
۱۴۔ ایضاً، ص ۵۵
۱۵۔ ایضاً، ص ۵۵
۱۶۔ ایضاً، ص ۵۲
۱۷۔ ایضاً، ص ۶۱
۱۸۔ ایضاً، ص ۶۴
۱۹۔ ایضاً، ص ۹۷
۲۰۔ ایضاً، ص ۹۹
۲۱۔ ایضاً، ص ۹۸
۲۲۔ ایضاً، ص ۱۰۰
۲۳۔ ایضاً، ص ۱۳۸
۲۴۔ ایضاً، ص ۱۴۰
۲۵۔ ایضاً، ص ۱۴۲
۲۶۔ قاسم، غفور شاہ، مستنصر حسین تارڑ: شخصیت اور فن، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۸ء، ص ۱۰۶
۲۷۔ مستنصر حسین تارڑ، رتی گلی، ص ۱۴۷
۲۸۔ ایضاً، ص ۱۶۳
۲۹۔ ایضاً، ص ۱۶۱
۳۰۔ ایضاً، ص ۱۶۰
۳۱۔ ایضاً، ص ۱۶۲

کتابیات:

۱۔ **احمد، اقبال۔** "مستنصر حسین تارڑ کے شمالی علاقہ جات کے سفر ناموں کے فکری محاسن۔" مشمولہ: *خیابان*، ششماہی تحقیقی مجلہ، شعبۂ اردو، جامعہ پشاور، 2019ء۔
۲۔ **حسن، محمد۔** *اردو ادب میں رومانوی تحریک*۔ دہلی: عاکف بک ڈپو، 1999ء۔
۳۔ **ظفر، نگہت ناہید۔** *انگریزی رومانوی شعرا کے اردو شاعری پر اثرات*۔ لاہور: مقالہ برائے پی ایچ ڈی، جی سی یونیورسٹی لاہور، س۔ن۔
۴۔ **قاسم، غفور شاہ۔** *مستنصر حسین تارڑ: شخصیت اور فن*۔ اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، 2018ء۔
۵۔ **تارڑ، مستنصر حسین۔** *رتی گلی: وادئ کاغان اور آزاد کشمیر*۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، 2017ء۔

Bibliography:

1. **Iqbal, Ahmad.** "Mustansar Hussain Tarar ke Shumali Ilaqa Jat ke Safarnamon ke Fikri Mahasin." *Khayaban*, Shashmahi Tehqeeqi Majallah, Department of Urdu, University of Peshawar, 2019.
2. **Tarar, Mustansar Hussain.** *Ratti Gali: Wadi-e-Kaghan aur Azad Kashmir*. Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2017.
3. **Hasan, Muhammad.** *Urdu Adab Mein Romani Tehreek*. Delhi: Akif Book Depot, 1999.
4. **Zafar, Nighat Naheed.** *Angrezi Romani Shuara ke Urdu Shayari par Asrat*. Lahore: Urdu General Books, n.d.
5. **Qasim, Ghafoor Shah.** *Mustansar Hussain Tarar: Shakhsiyat aur Fan*. Islamabad: Academy of Letters Pakistan, 2018.

☆☆☆☆☆